



# E-Content

Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India

## Subject / Course - B.A 3rd Year Islamic Studies

Paper : IV / Tasawuf (Block 1)

Module Name/Title : Tasawuf ke chand mashoor silsile Unit 3(Panel Discussion)



### DEVELOPMENT TEAM

CONTENT	DDE
PRESENTATION	Dr Mushtaque Ahmed, Dr Aleem Ashraf, Dr Fahim Akhtar
PRODUCER	Mr. Md Mujahid Ali



Instructional Media Centre  
Maulana Azad National Urdu University  
Gachibowli, Hyderabad - 32  
T.S. India



## اکائی 3 : تصوف کے چند مشہور سلسلے اور ان کی خصوصیات

اکائی کی ساخت	
3.1 مقصد	3.1
3.2 تمہید	3.2
3.3 پس منظر	3.3
3.4 سلسلہ قادریہ	3.4
3.5 سلسلہ رفاعیہ	3.5
3.6 سلسلہ چشتیہ	3.6
3.7 سلسلہ سہروردیہ	3.7
3.8 سلسلہ مولویہ	3.8
3.9 سلسلہ شاذلیہ	3.9
3.10 سلسلہ نقشبندیہ	3.10
3.11 خلاصہ	3.11
3.12 نمونے کے امتحانی سوالات	3.12
3.13 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں	3.13

### 3.1 مقصد

اس اکائی کا مقصد یہ ہے کہ طلبہ کو تصوف کے معروف اور اہم سلسلوں سے متعارف کرایا جائے۔ انہیں مشہور صوفی سلسلوں کے بانیوں، ان کی اہم شخصیات، اور تعلیمات وغیرہ کی جانکاری فراہم کی جائے تاکہ طلبہ تصوف کے معروف سلسلوں سے اچھی طرح واقف ہو جائیں۔

### 3.2 تمہید

ذیل کی اکائی میں ہماری کوشش ہوگی کہ تاریخ تصوف کے طالب علموں کو مختلف صوفی سلسلوں کے آغاز و ارتقا کی تاریخ بتانے کے

ساتھ ان صوفی سلسلوں کی اہم تعلیمات سے روشناس کرایا جائے۔ انہیں یہ بتایا جائے کہ مختلف صوفی سلسلے کن حالات میں وجود میں آئے ان کی تشکیل اور تنظیم میں کن عناصر نے کلیدی حوال ادا کیا اور کن ملکوں اور علاقوں میں ان کو فروغ ملا۔

### 3.3 پس منظر

تصوف کے سلاسل اور طریقوں کے آغاز کے پیچھے متعدد امور کارفرما رہے:

- (1) سیاسی سطح پر بنو عباس کی خلافت کا عروج و زوال اور مختلف سلطنتوں کا آغاز، عروج اور انجام۔
- (2) یروشلم اور بیت المقدس کے اسلامی ریاست میں انضمام کا عیسائی دنیا پر صلیبی جنگوں کی شکل میں رد عمل نمودار ہونا۔
- (3) خوارزم شاہی سلطنت کا سیاسی عروج اور تاتاریوں سے ٹڈ بھڑ۔
- (4) تاتاریوں کا منگولیا سے خروج اور خوارزم شاہی سلطنت کا تاش کے پتوں کی طرح بکھراؤ۔
- (5) تاتاری یلغار کا وسطی ایشیا کی مملکتوں پر اثر۔
- (6) سقوط بغداد کے بعد خلافت عباسیہ کا مصر میں احیاء
- (7) عین جالوت میں تاتاریوں کی شکست سے ان کے ناقابل تسخیر ہونے کے بھرم کا ٹوٹنا
- (8) تاتاری یورش کے سبب علماء و فقہاء کی ہجرت
- (9) صلیبی جنگوں اور تاتاری بربریت سے عالم اسلام پر صدمات و یاسیت کا غلبہ، فکری جمود، بے حرکتی اور اخلاقی انحطاط
- (10) مادیت پسندی، تعیشات اور اخلاقی انحطاط سے مسلم عوام کی بے اطمینانی اور تصوف میں پناہ گزینی
- (11) اصحاب حدیث، فقہاء اور متکلمین کے درمیان کشاکش
- (12) اجتہادی صلاحیتوں میں زوال اور تقلید کا فروغ
- (13) قرآن و حدیث کی تعلیمات سے عوام و خواص کی رفتہ رفتہ دوری
- (14) للہیت، نفسانیت اور شیطانیت کے درمیان کشاکش
- (15) مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور فرقہ بندی کا بڑے پیمانے پر ظہور
- (16) علوم عالیہ اور علوم آلیہ کے درمیان تفریق
- (17) علمی جمود اور تقلید کے فروغ کے باعث علماء و فقہاء میں بے نتیجہ مباحث، علم وقت، صلاحیتوں اور توانائیوں کا ضیاع اور خواص بشریت کے تحت اخلاقی انحطاط و فکری زوال

- (18) یورپی ممالک میں علم کی نشاۃ ثانیہ اور صنعتی انقلاب
- (19) عالم اسلام میں باطنیہ اور گمراہ فرقوں کی سازشیں
- (20) مسلمانوں میں باہمی جنگوں کے باعث جان، مال، علم، توانائیوں کا ضیاع اور امت میں انتشار
- (21) تصوف کے نام پر بے راہ روی
- (22) تخلیقی صلاحیتوں پہ مہربندی
- (23) عالم اسلام میں دینی، علمی و اخلاقی انارکی
- (24) علمی مجلسوں میں مقاصد دین و شریعت سے بے اعتنائی اور عجائب و غرائب پر مشتمل واقعات سے دلچسپی
- (25) متعدد علمی مراکز اور خانقاہوں میں نفسی پروری اور نفاق کا دور دورہ
- اس تناظر میں مندرجہ ذیل صوفی سلسلوں کا مطالعہ طلبہ کے لیے زیادہ مفید و بار آور ہوگا۔

### 3.4 سلسلہ قادریہ

سلسلہ قادریہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی طرف منسوب برصغیر میں مقبول ترین سلاسل میں سے ایک سلسلہ ہے۔

آپ کا نام عبدالقادر اور لقب محی الدین تھا۔ یکم رمضان 470 یا 471 میں قصبہ گیلان (فارس) میں پیدا ہوئے۔ بچپن ہی میں والد ابوصالح موسیٰ کا انتقال ہو گیا، والدہ محترمہ امتہ الجبارہ فاطمہ نے آپ کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ جاری رکھا۔ بغداد کے مدرسہ نظامیہ میں آٹھ سال تعلیم حاصل کر کے علوم قرآن، علوم حدیث، علوم فقہ اور علوم لغت و ادب میں درجہ کمال حاصل کر لیا۔ علم تصوف میں آپ نے ابوالخیر حماد بن مسلم اور ابوسعید مبارک بن علی مخزومی سے فیض حاصل کیا۔ تقریباً پچیس برس عراق کے ویرانوں اور جنگوں میں مجاہدے اور ریاضتیں کیں۔ پھر خواب میں رسول اللہ ﷺ سے ملی ہدایت پر وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کیا۔ جس میں عوام و خواص کا جم غفیر جمع ہونے لگا۔ آپ کا وعظ سن کر ایک لاکھ سے زائد لوگوں کے تائب ہونے اور ستر ہزار سے زائد غیر مسلموں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ آپ مختلف علوم دینیہ کے درس بھی دیتے رہے، اس کے علاوہ افتاء کی مشغولیت بھی تھی۔

آپ انتہائی متواضع و منکسر المزاج تھے۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد اشعری فرماتے ہیں: ”آپ مستجاب الدعوات تھے، آپ کی آنکھوں میں جلد آنسو آجاتے، ہمیشہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے..... عبادات و اجتهاد میں آپ کو درجہ رسوخ حاصل تھا۔“

آپ فرماتے تھے کہ اگر ساری دنیا کی دولت میرے قبضے میں ہو تو میں بھوکوں کو کھانا کھلا دوں۔

علم کی نسبت آپ نے فرمایا: پہلے علم حاصل کر، پھر گوشہ نشین بن۔ جو شخص بغیر علم کے عبادات الہی میں مشغول ہو جاتا ہے، اس کے جملہ کام بہ نسبت سدھرنے کے زیادہ بگڑتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ مومن کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے، پھر ادائیگی سنن میں مشغول ہو، پھر نوافل و مستحبات میں۔ فرائض کی تکمیل سے پہلے سنن و نوافل و مستحبات میں مشغول ہونا حماقت ہے۔ کیونکہ فرائض کی تکمیل کے بغیر وہ قبول نہیں ہوں گی۔

ربیع الثانی 561ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اس سلسلے کی بابت بعض مستشرقین (مثلاً مارگولیتھ اور ٹرننگھم) نے شبہات کا اظہار کیا ہے اور لکھا ہے کہ سولہویں صدی عیسوی تک اس سلسلے کی موجودگی کی کوئی شہادت نہیں ملتی۔ لیکن یہ شبہ غلط ہے۔ ان حضرات نے نہ صرف ”فتوح الغیب“، ”فتح الربانی“، ”سر الاسرار“ بلکہ ”عوارف المعارف“ تک سے صرف نظر کیا ہے جس میں حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی نے از خود صراحت فرمائی ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے ان کے سینہ پر ہاتھ پھیرنے سے کلام اور علم کلام کی محبت ان کے قلب سے جو ہو گئی۔ بہر حال اس اختلاف سے قطع نظر خود ”فتوح الغیب“ میں سلسلہ قادریہ کی بنیادوں کا ذکر ملتا ہے جس کو نظر انداز کرنا عین نصف النہار میں سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ان کے صاحبزادوں عبدالوہاب اور عبدالرزاق کے علاوہ حضرت علی حداد نے یمن، محمد بطاچی نے شام اور محمد ابن عبدالصمد نے مصر میں سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کی اشاعت کی۔

ہندوستان میں قادری سلسلہ سے منسلک بزرگ جو سب سے پہلے پہنچے وہ حضرت مخدوم شیخ محمد حسین جیلانی (793 تا 894ھ) تھے جو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی اولاد سے اور بڑے با عظمت، صاحب کرامت اور بارعب بزرگ تھے۔ آپ بغداد سے خراسان اور خراسان سے ملتان کے قصبہ اوچ میں آ کر مقیم ہوئے۔ آپ نے ایک مرتبہ بغیر ساز و سامان پوری دنیا کا سفر کیا تھا اور دوسری مرتبہ کے سفر میں ہاتھی، گھوڑے، نوکر، شاہانہ ٹھاٹھاٹ باٹ کے ساتھ متعلقین کے اوچ میں قیام پذیر ہوئے۔ بادشاہ وقت بڑا مرعوب و معتقد ہوا پھر حلقہ ارادت میں داخل ہو کر اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس وقت ملتان علماء و فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا۔ علم و فضل اور کسب و نسبی فضیلتوں کے باعث خلقت آپ کی معتقد ہو گئی۔ آپ کے فرزند مخدوم شیخ عبدالقادر (862 تا 940ھ) تھے جو حضرت عبدالقادر ثانی کہے جاتے تھے۔ بڑے بلند پایہ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ آپ کے چہرہ کا نور کفار و فاسق کو کفر و فسق سے توبہ کرنے کی طرف راغب کرتا، چنانچہ وہ توبہ کر کے آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہو جاتے۔ جوانی کا زمانہ بڑے ترک و احتشام سے گزارا تھا، آلات موسیقی کے ساتھ محفل سماع ہوتی، آپ شریک ہوتے، پھر دل ایک تیر کی آواز سن کر ایسا پلٹا کہ آپ نے آلات موسیقی توڑ دیئے، آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی۔ انوار احب الہی کی بارش ہوئی اور اپنے جد امجد کے طریق پر واپس آئے۔ ادھر آپ کے والد نے وفات پائی۔ آپ جانشین ٹھہرے۔ وظیفہ آپ کے نام جاری ہوا لیکن اب دل حب الہی سے معمور تھا، دنیا کے لیے اس میں کوئی جگہ نہ بچی تھی، آپ نے وظیفہ لینے سے صاف انکار کر دیا۔ فقر و توکل میں محبوب حقیقی سے جو معاملے ہوتے ہیں ان کی لذت الفاظ میں بیان نہیں کی جاسکتی۔ آپ سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کے مجسم پیکر بنے اور اسی حال میں واصل بحق ہوئے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے فرزند حضرت شیخ عبدالرزاق (825 - 946ھ) نے سجادہ سنبھالا۔ تربیت باطنی کے قادری طریقہ کو آگے بڑھایا۔ جب ان کی بھی وفات ہو گئی تو مخدوم شیخ حامد (885 - 978ھ) نے ذمہ داری سنبھالی۔ آپ کے زمانے میں آپ کی بزرگی و کمال رہنمائی کا بڑا چرچا رہا جس سے سلسلہ قادریہ کو بڑا فروغ ملا۔ آپ کے فرزند حضرت شیخ موسیٰ علیہ الرحمہ علم کے علاوہ حلم، شجاعت اور سخاوت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شنی سمجھے گئے اور حسن صورت و سیرت میں ائمہ آل اطہار کے سچے عکس۔ آپ کی اور حضرت شیخ داود

(899-982ھ) کی مشترکہ کوششوں سے قادری سلسلہ بڑی تیزی سے مقبول ہونے لگا۔ ان بزرگوں کے مرید بھی ان ہی کے عکس ہوتے چنانچہ حضرت شاہ قیص قدس سرہ (897-992ھ) جب بادشاہ وقت کی خواہش پر بنگال تشریف لے گئے تو سلسلہ قادریہ کی تعلیمات شمال تا جنوب اور پچھم تا پورب بڑے پر زور طریقے پر پھیل چکی تھیں۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ برصغیر کے قادری بزرگوں کے تعلقات بغداد کے نقیب الاشراف سے بڑے قریبی رہے، بالخصوص دکن کے قادری مشائخ نے بغداد کے نقیب الاشراف یا ان کے افراد خاندان کا ہمیشہ گرم جوشی سے استقبال کیا۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ دکن کے قادری بزرگوں میں حضرت شاہ محبوب اللہ، حضرت شاہ ندیم اللہ، حضرت شاہ شاہد اللہ، حضرت شاہ موسیٰ قادری اور حضرت شاہ عبداللطیف قطب ویلور (صاحب ”جوہر السلوک“) کی بڑی شہرت ہوئی۔ اسی طرح کاکوری میں تکیہ شاہ کاظم قلندر قادری اور ان کے فرزند شاہ تراب قلندر قادری (مصنف ”مطالب رشیدی“، ”فتح الکنوز“ اور آگے چل کر شاہ علی انور قلندر قادری جیسا لعل شب چراغ نکلا جس نے ”الدر المنظم“، ”فیض التقی فی حل مشکلات ابن عربی“، ”الروض الازہر“، ”القول الموجه“ و دیگر شہکار تصنیف کیے۔ جن سے دقیق علمی مسائل پانی ہو گئے۔ وسعت مطالعہ اور وقت نظری میں شاہ علی انور اپنی مثال آپ تھے۔ ادھر مارہرہ شریف میں حضرت شاہ آل رسول مارہروی قادری کی بارگاہ بہت مشہور ہوئی جس سے ایک گویا گناہ علی حضرت احمد رضا خاں بریلوی قادری کی شکل میں نکلا اور اپنے علم کی وسعت و گہرائی سے اہل علم کی نگاہیں اس نے خیرہ کر دیں۔

سلسلہ قادریہ کے وظائف و اذکار و اوراد میں مختلف مقامات پر مختلف شاخوں میں خاصا اختلاف ہے، لیکن ”الفیوض الربانیہ“ کو بالعموم معیار کی حیثیت حاصل ہے۔ اس کے علاوہ حضرت حارث محاسبی کے اصول ہشتگانہ، توحید، تفویض، ترک اختیار، کتاب و سنت کے احکام ظاہرہ و باطنہ کے مطابق زندگی کو ڈھالنے، صلوة غوثیہ، وظیفہ ”یا شیخ عبدالقادر شہید اللہ“ کے پڑھنے اور حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کے تصرفات بعد وفات پر بھی تقریباً سبھی کا اتفاق ہے۔ ”فتوح الغیب“ اور ”الفتح الربانی“ کی تعلیمات کو اپنانے پر بھی سلسلہ قادریہ میں بالعموم اتفاق ہے، لیکن بعض مسائل مثلاً مسئلہ سماع، سجدہ تعظیمی، طواف مزار زیارت قبر برائے خواتین میں اکثر مشائخ حرمت کے قائل ہیں، گو بعض مشائخ کا میلان جواز کی طرف بھی ہے۔ اسی طرح شریعت محمدیہ کے ہوش و حواس کے ہوتے ہوئے سب کے مکلف ہونے پر بھی سب کا اتفاق ہے لیکن عروج و نزول میں ترجیح کی بابت اختلاف ہے۔

### 3.5 سلسلہ رفاعیہ

اس سلسلہ کے بانی حضرت سید احمد کبیر ابو العباس محی الدین ابن علی الرفاعی (512 تا 578ھ) تھے۔ آپ کے دادا کا نام سید ابوالکارم حسن رفاعہ تھا جس کے سبب آپ رفاعی کہلائے۔

آپ کی عمر کا ساواں سال تھا کہ والد داغ جدائی دے گئے۔ آپ کے ماموں منصور بطاحی نے آپ کی والدہ اور بچوں کی ذمہ داری سنبھالی۔ تھوڑی سی مدت میں آپ نے قرآن مجید حفظ کر لیا اور تحصیل علم کے لیے واسط کارخ کیا اور شیخ علی واسطی، شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبدالملک حربونی کے پاس حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، ادب، منطق، فلسفہ، کلام وغیرہ کی تکمیل کر لی۔ بیس سال کی عمر میں اسناد و اجازت کتب

حاصل کیں اور سلسلہ تدریس شروع کر دیا۔ علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد مدارج کمال حاصل کیے۔ آپ کی سادگی، تواضع، فصاحت، ذہانت، تقویٰ اور تحقیقی درس کی شہرت خاص و عام میں پھیل گئی۔

آپ کی زندگی بطائخ میں گزری جو جنوبی عراق میں بصرہ اور واسط کے درمیان واقع ہے۔ آپ کے شیخ الصاحبہ حضرت ابوالفضل علی القاری الواسطی اور شیخ التربیہ آپ کے ماموں حضرت منصور بطائخی تھے۔ حضرت منصور بطائخی نے حضرت سید احمد رفاعی کو اپنی وفات سے ایک سال بیشتر خرقہ خلافت پہنایا اور خاص مصلی عنایت فرمایا اور ام عبیدہ میں مامور کیا۔ اس وقت آپ کی عمر 27 برس کی ہو چکی تھی۔ آپ شافعی مذہب فقہ سے وابستہ تھے لیکن مشرب میں وسعت تھی، شہرت کے ساتھ ہی طلبہ، علماء اور فقراء کا ہجوم آپ کے گرد جمع ہو گیا۔ علامہ ابن الجوزی نے خود اپنا مشاہدہ لکھا ہے کہ 15 شعبان کو انھوں نے تقریباً ایک لاکھ لوگ آپ سے استفادہ کرتے پائے۔ علامہ ابن مہذب نے ”عجائب واسط“ میں لکھا ہے کہ عمر کے آخری دنوں میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو ہو چکی تھی جب کہ عقیدت مندوں اور مریدوں کا کوئی شمار نہ تھا۔

بتایا جاتا ہے کہ ایک شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ سے بیعت کا شرف حاصل کرنے کی درخواست کی۔ حضرت شیخ نے مراقبہ فرمایا پھر اس شخص سے معذرت کر لی۔ اس نے وجہ دریافت کی تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ تمہارا نام اہل شقاوت میں لکھا ہے۔ اس لیے تمہارا بیعت کرنا بے سود ہے۔ وہ بڑا مایوس ہوا، مختلف مشائخ سے ملا لیکن کوئی اس کو حلقہ ارادت میں لینے کو تیار نہ ہوا۔ اس کی افسردہ حالی دیکھ کر کسی نے اسے مشورہ دیا کہ حضرت سید احمد رفاعی سے بھی ملاقات کر لے۔ اس نے بطائخ کا رخ کیا، حضرت سید احمد رفاعی سے ملا اور اپنا درد بیان کیا۔ حضرت سید احمد رفاعی نے فرمایا کہ ہاں! حضرت شیخ عبدالقادر کے پاس تو اہل سعادت ہی جاتے ہیں اور ہمارے پاس اہل شقاوت ہی آتے ہیں اور اس کو مرید کر لیا۔ کچھ دن بعد وہ بغداد لوٹا، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا، حضرت شیخ نے فراست باطنی سے تبدیلی تاڑ لی، پھر مراقبہ فرمایا تو دیکھا کہ اس شخص کا نام اہل شقاوت سے مٹا کر اہل سعادت میں لکھ دیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کام سید احمد ہی کے ہاتھوں ہو سکتا تھا۔ واللہ اعلم۔

آپ کے مناقب و حالات میں کثرت سے کتابیں لکھی گئیں جن میں ”ربیع العاشقین“، ”تزیان الحبین“، ”فہم المسکین“، ”ام البراہین“، ”شفاء الاسقام“، ”روضۃ الناظرین“، معروف ہیں۔ تصنیف و تالیف کی طرف آپ نے توجہ نہیں فرمائی لیکن آپ کے خطابات، مواعظ اور ملفوظات کو آپ کے خدام نے قلم بند کیا، ان میں المجالس الاحمدیہ، الحکم الرفاعیہ، الآثار النافعہ، الحکم الساطعہ اور البرہان المویذ شامل ہیں۔

آپ نے سنہ 578 ہجری میں وفات پائی۔ صلوٰۃ جنازہ میں شرکت کرنے والوں کا اندازہ نو (9) لاکھ افراد تک کیا گیا ہے۔ صلی اولاد میں آپ کے فرزند قطب الدین کا آپ کے سامنے وصال ہوا اور آپ کی بیٹیوں بی بی فاطمہ اور بی بی زینب سے سلسلہ آگے بڑھا۔ چونکہ بے شرع رفاعی و حیدری فقراء کے اعمال نے اس سلسلہ کی امتیازی شان پر برا اثر ڈالا، اس لیے یہ ضروری ہے کہ سید احمد رفاعی کی اپنی تعلیمات کو جانا جائے۔

حضرت سید احمد رفاعی الکبیر نے زہد، تقویٰ، اخلاص کے ساتھ اتباع رسول، تشابہات قرآن میں تفویض اور حکمت پر عمل، ارکان

اسلام کی پابندی، بدعات سے اجتناب، اوامر و نواہی میں انکساری سے عمل، عظمت رسول اللہ ﷺ کے قوی احساس، مراتب صحابہ کا خیال اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام سے محبت، لزوم صحبت و ملی حدود شریعت کی رعایت، غیر اللہ سے دل کی پاکی، کرامت کو اللہ کی نعمت و فضل جان کر بے نفس خوشی، تحدیث نعمت الہی، طلب کرامت اور دعاوی سے احتراز، ذکر دوام، التزام احسان، مجاہدات، محاسبات، مراقبات اور طاعات کا اہتمام، وقت، زبان اور قلب کی حفاظت، دل کو خوف، ظاہر کو ادب، نفس کو ذلت، انانیت کو محویت اور زبان کو ذکر کا لباس پہنانے، زمانہ سے واقفیت، کام میں دھن، صلحاء کے اعمال پر مداومت، سچے طالب حق بننے اور شریعت پر مضبوطی سے قائم رہنے، حقائق اشیاء کے علم، ایمان کے حقوق و تقاضوں کی ادائیگی، شریعت حقہ کی پیروی، تقاضائے نفس سے بے رخی، سچی معرفت کے حصول (یعنی ذات و صفات و افعال میں اللہ سبحانہ کو یکتا ماننے اور جاننے)، اخلاص نیت، ادب میں پختگی، محبت میں خلوص، عبودیت میں استیکام، ظاہر و باطن میں للہیت، عافیت کی قدر دانی، نفس و شیطان و دنیا و عقبی چھوڑ کر اللہ کے سچے طالب بننے اور تقدیر الہی پر قانع رہنے، خوف و رجاء میں اعتدال، نفس و نفوس سے اوامر و نواہی شرع کی خوش خلقی سے تلقین، موت کی فکر، رحمتوں کے درمیان قہر الہی سے آگہی پر جگہ جگہ زور دیا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ حکام کے تقرب سے تکبر، اغنیاء کے تقرب سے حرص، اطفال کی صحبت سے لہو و لعب، عورتوں کی صحبت سے جہالت اور ازدیاد شہوت، اہل علم کی صحبت سے تحریک احتیاط، اہل فسق (گناہ گاروں) کی صحبت سے گناہ کی رغبت اور توبہ میں ٹال مٹول، فقراء کی صحبت سے رضا بقضاء الہی اور صلحاء کی صحبت سے رغبت طاعت کے امکانات قوی ہوتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ:

- (1) ظاہری و باطنی احکام میں شریعت کی پابندی کرو
- (2) دل کو اللہ کے ذکر سے آباد رکھو، اسے غفلت سے بچاؤ
- (3) درویشوں اور فقراء کی خدمت کو لازمی جانو
- (4) نیکی میں سبقت کرو، سستی اور ملال کو راہ نہ دو
- (5) اللہ سبحانہ کی مرضیات پر جمے رہو
- (6) اللہ سبحانہ کے در پر کھڑے رہو
- (7) اپنے نفس کو عبادت کا عادی بناؤ اور ریاء سے بچاؤ
- (8) خلوت و جلوت میں پچھلے گناہوں پر روؤ
- (9) جھوٹے وعدے نہ کرو
- (10) اپنا عقیدہ ایجابی، ثبوتی اور ایسا پختہ رکھو کہ اس میں کوئی تغیر نہ ہو
- (11) کسب معاش کے لیے حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کرو لیکن اسباب معاش (بڑھانے) کے لیے فکر و اہتمام ترک کرو

- (12) درویشوں کی دل آزاری سے بچو
- (13) ذہن کو شیطانی وساوس سے دور رکھو
- (14) صلہ رحمی کرتے رہو اور قربت داروں کی خاطر نوازی کرو
- (15) جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو اور جو تکبر کرے اس کے سامنے تواضع کرو
- (16) حکام و وزراء کے دروازوں پر آمد و رفت نہ رکھو
- (17) درویشوں اور قبروں کی کثرت سے زیارت کرو
- (18) مخلوق سے نرمی برتو اور ان کی عقل کے مطابق کلام کرو
- (19) بیواؤں اور یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو اور ان کی خاطر داری کرو
- (20) اللہ کے ساتھ رہو اللہ کو ساتھ پاؤ گے
- (21) کرامات و خوارق عادات کی طرف رغبت نہ کرو
- (22) تمام اعمال و اقوال میں اخلاص کا اہتمام کرو
- (23) اخلاق کو سنوارو اور لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آؤ
- (24) جاہلوں اور برے دوستوں سے کنارہ کشی اختیار کرو اور جن غرباء کو لوگوں نے چھوڑ دیا ان کے پاس زیادہ آمد و رفت رکھو
- (25) مخلوق کو اللہ کا راستہ بتلانے کی کوشش میں لگے رہو اور تم دوسروں پر رحم کرو اللہ تم رحم کرے گا۔

ہندوستان میں رفاعی سلسلہ مہاراشٹر اور کرناٹک میں محدود پیمانہ پر پھیلا۔ نانڈیڑ کی خانقاہ بند پڑی ہے اور بنگلور میں حضرت مصطفیٰ رفاعی ندوی سلسلہ رفاعیہ کی قابل اعتماد توضیح اور اس کی تعلیمات کی اشاعت میں بتوفیق الہیٰ ہنوز سرگرداں ہیں۔

### 3.6 سلسلہ چشتیہ

حضرت ابو احمد چشتی سے منسوب سلسلہ جس کے حقیقی بانی بعض محققین کے نزدیک حضرت مشاد علودینوری تھے۔ اور بعض محققین کے نزدیک حضرت ابو اسحاق شامی۔ حضرت ابو احمد چشتی قدس سرہ نے چشت (ہرات کے قریب واقع ایک گاؤں) سے تحصیل علم کے لیے شام کا سفر فرمایا تھا جہاں علوم ظاہرہ کی تکمیل کے بعد حضرت ابو اسحاق شامی کے ہاتھ پر باطنی تربیت کے لیے شرف بیعت حاصل کیا اور وہیں کے ہو رہے۔ بعض تذکروں کے مطابق آپ کے فرزند ابو محمد چشتی، بعض کے مطابق سلطان سخی سرور اور اکثر کے مطابق حضرت سید معین الدین حسن ہجری (معروف بہ خواجہ غریب نواز خواجہ جمیری) قدس سرہ نے اپنے شیخ حضرت عثمان ہرونی قدس سرہ کے حکم پر ہندوستان کا رخ کیا۔ راستہ میں بغداد، سمرقند، بخارا، نیشاپور، تبریز، اوش، اصفہان، سبزوار، استرآباد، بلخ وغیرہ سے گذرتے لاہور پہنچے سید علی ہجویری کے مزار کی زیارت

کی 'مراقبہ کیا' پھر اجیر کا رخ کیا اور شہر اجیر کے نواحی علاقہ میں قیام پذیر ہوئے۔ چھٹی صدی ہجری کے اواخر سے آٹھویں صدی ہجری کے وسط تک شمالی ہندراجپوتانہ اور پنجاب میں اکابر چشتی صوفیہ نے خانقاہیں قائم کر کے ان کو دعوت دین اور تربیت سالکین کا مرکز بنایا اور قسبات اور دیہاتوں میں خدمت خلق میں لگ گئے۔ حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہ کے ایک خلیفہ حضرت قطب الدین بختیاراوشی کا کی نے دہلی کو مرکز بنایا اور دوسرے خلیفہ حضرت حمید الدین ناگوری نے ناگور (پنجاب) کو۔ ان بزرگوں کی وفات کے بعد حضرت شیخ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ نے اجودہن / پاک پٹن سے اپنے خلفاء کو اسلامی ہند کے مختلف علاقوں میں خدمت دین، خدمت باطن اور خدمت خلق کے لیے روانہ فرمایا، بابا فریدی کی اپنی شخصیت ایسی مسحور کن تھی کہ آپ پر نظر پڑتے ہی حق پرستی کا جذبہ بیدار ہو جاتا، پاک پٹن کے اطراف مرتاض جوگی اور غیر مسلموں کے گروہ کے گروہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت جمال الدین ہانسوی، حضرت نظام الدین سلطان المشائخ، حضرت علاء الدین علی احمد صابر، حضرت زین الدین دمشقی، حضرت بدر الدین اسحاق، حضرت بدر الدین سلیمان (صاحبزادہ وسجادہ نشین بابا فرید) حضرت عارف سیوستانی، حضرت داؤد پاپلی اور حضرت نجیب الدین متوکل نے دین و طریق کی بڑی خدمت کی اور بندگان الہی نے بھاری تعداد میں ان سے فیض اٹھایا۔ حضرت بابا فریدی کی وفات کے بعد حضرت شیخ نظام الدین سے سلسلہ نظامیہ، حضرت علاء الدین علی احمد صابر سے سلسلہ صابریہ اور حضرت جمال الدین ہانسوی سے سلسلہ جمالیہ جاری ہوئے۔ سلسلہ جمالیہ بعد میں سلسلہ نظامیہ میں ضم ہو گیا۔

حضرت شیخ نظام الدین سلطان المشائخ نے غیاث پور (دہلی) کو مرکز بنا کر تار عمر بندگان الہی کی بڑی رہنمائی کی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء اسلامی ہند میں پھیل گئے۔ حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی محمد بن تغلق کی زیادتیاں سہتے دہلی ہی میں طریق کی خدمت میں لگے رہے جب کہ حضرت انخی سراج بنگال چلے گئے۔ جہاں نہ صرف انھوں نے بلکہ ان کے خلیفہ شیخ علاء الدین کے خلفاء حضرت سید نور قطب عالم اور حضرت سید محمد اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ نے دین اسلام اور سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات کو بنگال، بہار اور مشرقی اتر پردیش میں مقبول بنا دیا۔ حضرت منجب الدین زرنخش، حضرت امیر حسن علاء سنجر اور حضرت برہان الدین غریب علیہم الرحمہ نے دولت آباد میں قیام فرمایا اور دین اسلام اور چشتی اصولوں کی آبیاری کی۔ حضرت سید محمد حسینی گیسو دراز کی آمد سے گلبرگہ میں چشتی مرکز قائم ہو گیا اور بیجا پور میں میراں جی شمس العتاش، برہان الدین جانم اور شاہ امین الدین علی اعلیٰ حیدر آباد، حضرت سید میراں جی حسین خدانما، حضرت شاہ حمید اللہ، حضرت حافظ محمد علی خیر آبادی، حضرت مرزا سردار بیگ، حضرت معین الدین شاہ خاموش، گجرات میں حضرت شیخ محمود، حضرت شیخ حمید الدین (خلفاء حضرت قطب الدین بختیار کا کی)، حضرت سید حسن، حضرت حسام الدین ملتانی، حضرت بارک اللہ (مریدین حضرت نظام الدین) علامہ کمال الدین (حضرت شیخ نصیر الدین محمود کے بھتیجے) اور ان کے فرزند حضرت سراج الدین نے سلسلہ چشتیہ کی تنظیم و توسیع کا کام بڑی تن دہی سے کیا، شیخ وجہیہ الدین، شیخ کمال الدین اور مولانا مغیث الدین نے مالوہ میں چشتی تعلیمات کو عام کیا۔

حضرت شاہ کلیم اللہ شاہ جہان آبادی نے دہلی اور شمالی ہند میں اور ان کے خلیفہ حضرت نظام الدین اورنگ آبادی نے دکن میں سلسلہ چشتیہ کا احیاء فرمایا۔ حضرت شاہ فخر الدین کے خلیفہ حضرت شاہ نور محمد شاہ سلیمان تونسوی اور ان کے مریدین نے چشتی تعلیمات کو پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبوں اور اتر پردیش میں پھیلایا اور حضرت شاہ نیاز احمد نیاز بریلوی نے دہلی اور اتر پردیش میں سلسلہ کی خدمت فرمائی۔

سلسلہ صابریہ کے بانی حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابر (متوفی 709ھ) ذات مطلق کے غلبہ مشاہدہ، استغراق شوق و عشق کی فراوانی اور غیرت احادیث سبحانی و فنا و تہجد میں گم ایسے صوفی تھے جو بابا فرید کے اولین اور ممتاز ترین خلفاء میں شمار کیے جاتے تھے۔ آخری عمر میں اپنے خادم خاص حضرت شمس الدین ترک کو خرقہ خلافت دے کر شہر پانی پت کی طرف رخصت فرمایا۔ اس علاقہ کی خلقت نے نسبت جذب کے باعث یا کسی اور سبب آپ کی طرف برائے حصول سعادت ہجوم فرمایا اور سلسلہ چشتیہ کی تعلیمات کو آپ سے اخذ کیا۔ آپ نے اپنے وصال سے پہلے حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء عثمانی پانی پتی کو خلافت کی ذمہ داری عطا کی ایک جہاں کا جہاں آپ سے فیض یاب ہوا۔ دین اسلام کو شوکت اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کو فروغ ملا۔ آپ ہی کے مرید و خلیفہ حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی تھے۔ جن کی بابت حضرت جلال الدین کبیر الاولیاء نے فرمایا تھا۔ ”بابا عبدالحق! حیات و ممات میں مجھ کو تمہارے کمالات کی انتہا نظر نہیں آتی۔“ حضرت احمد عبدالحق ردولوی ہی نے فرمایا تھا ”حسین ابن منصور بچہ تھا راز فاش کر گیا۔ بعض مردان الہی دریا کے دریا پی جاتے ہیں اور آواز نہیں نکالتے۔“ آپ نے اپنے صاحبزادوں کی تربیت بھی حضرت شیخ احمد عبدالحق کے سپرد فرمادی تھی جس سے حضرت جلال الدین کی نظر میں حضرت شیخ احمد عبدالحق کے مقام شناسی کی جھلک ملتی ہے۔ حضرت شیخ جلال الدین کے دیگر 39 خلفاء نے بھی اپنی اپنی جگہ دین و طریق کی خدمت کی لیکن حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی کے صاحبزادہ و سجادہ نشین حضرت شیخ محمد کے حلقہ ارادت میں حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی جیسا شہباز وقت داخل ہوا جس نے ذکر بالجہر کو ایسے مقام پر پہنچا دیا کہ اس کے آگے کوئی مقام غیر متصور ہے۔ آپ کے مکتوبات کے مجموعہ کا مقام اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت رشید احمد محدث گنگوہی جیسے متاثر متقی فقیہ وقت نے جن کو نسبت حضوری حاصل تھی ایک مرتبہ فرمایا کہ میری مشکلات ”مکتوبات قدوسیہ“ کے مطالعہ سے حل ہوتی ہیں۔ ”اقتباس الانوار“ میں ایک صاحب استدراج جوگی کے اپنے سات سو (700) چیلوں سمیت مشرف بہ اسلام ہونے اور آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہونے کا واقعہ درج کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے خلفاء میں حضرت رکن الدین (فرزند عبد اللہ گنگوہی)، حضرت جلال الدین تھانیسری، حضرت عبد الغفور اعظم پوری، حضرت عبدالعزیز کیرانوی، حضرت عبدالستار سہارنپوری، حضرت عبدالاحد مخدوم (والد شیخ احمد سرہندی) حضرت میر فریح الدین اکبر آبادی اور حضرت عبدالرحمن نے خدمت دین و خدمت طریق میں شہرت پائی، ویسے آپ کے خلفاء کی تعداد پانچ ہزار تک بتائی گئی ہے۔ آگے حضرت شیخ نظام الدین بلخی (متوفی 1036ھ) حضرت ابوسعید گنگوہی، حضرت شاہ محبت اللہ صدیقی (صدر پوری ثم) الہ آبادی (متوفی 1058ھ)، حضرت شیخ محمد صادق، حضرت عبدالجلیل الہ آبادی، حضرت داؤد گنگوہی، حضرت شیخ سونداہ، حضرت شیخ محمد اکرم، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرکی، شیخ الاسلام حافظ انوار اللہ خاں، حضرت رشید احمد محدث گنگوہی، مولانا قاسم نانوتوی، حکیم الامت شاہ اشرف علی تھانوی، شیخ الہند مولانا محمود حسن، مولانا خلیل احمد انہٹوی، حضرت معین الدین شاہ خاموش (حیدرآباد) قدست اسرار ہم کی مساعی سے سلسلہ چشتیہ صابریہ کو انتہائی فروغ حاصل ہوا، اور حضرت مولانا الیاس کاندھلوی کی تحریک دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سلسلہ کی تعلیمات، قرآن و سنت کی اتباع کا شوق، پیغام توحید و محبت و انسانیت، اخلاص و صدق عمل، کلمہ طیبہ کے تقاضوں کا احساس، عبادات میں للہیت، معاملات میں صفائی اور معاشرت میں خوش خلقی کا اہتمام، علم کے حصول اور ذکر الہی کا تحقق حسب استعداد گھر گھر پہنچ گئیں۔

چشتی تعلیمات میں تخلیہ (رزائل سے نجات)، تحلیہ (فضائل اخلاق سے آرائگی)، تجلیہ (آئینہ قلب کی جلاء) ذکر الہی کی مداومت، مجاہدات، محاسبات، مراقبات، مشاہدات اور اذکار و اوراد کے ذریعہ معائنہ تک رسائی، علم الیقین کو حق الیقین اور معرفت اجمالی کو

معرفت تفصیلی میں تبدیل کرنے کی سعی، مقامات فنا و فناء الفنائیت کا حصول، تواضع و انکساری کا تحقق، حب شرعی کی تحصیل، سالک کا خود کو آفتاب (جس کی روشنی مومن و کافر سب کے لیے عام ہے) بے تھاہ بیٹھا چشمہ (جو ساری کڑواہٹیں اور کٹا فتنیں قبول کر لیتا ہے لیکن بیٹھا اور پاک ہی رہتا ہے) اور زمین (جو برابر پامال ہوتی رہتی ہے لیکن حرف شکایت زبان پر نہیں لاتی) بنانے کی تلقین کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا دائمی استحضار رسول اللہ ﷺ کی محبت و تعظیم و توقیر، اتباع سنت نبی کریم و صحابہ کرام قرآن و حدیث کی ظاہری و باطنی اطاعت، شریعت، طریقت اور حقیقت پر عمل، علو ہمت، اذکار و اشغال کی پابندی سلسلہ چشتیہ کی خصوصیات سے ہیں۔

### 3.7 سلسلہ سہروردیہ

اس سلسلہ کا انتساب بالعموم شیخ ابو حفص شہاب الدین سہروردیؒ کی طرف کیا جاتا ہے جنھوں نے ”عوارف المعارف“ جیسی جامع کتاب تصوف پر لکھی، لیکن محققین کے نزدیک حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب عبدالقادر سہروردی (490 تا 563ھ) سلسلہ سہروردیہ کے حقیقی بانی تھے جن کی تصنیف ”آداب المریدین“ صوفیہ کرام کے پاس بڑی مقبول ہوئی اور اس پر کثرت سے شرحیں لکھی گئیں اور اضافے بھی کیے گئے، جن میں قابل ذکر ”الامر المحکم المربوط“ از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اور ”خاتمہ“ از شیخ کبیر سید محمد حسینی گیسو دراز (معروف بہ بندہ نواز) ہیں۔

حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی نے بغداد میں علم کی تحصیل کے لیے اپنا وطن سہرورد چھوڑا۔ ادب، اصول اور فقہ کی تعلیم بغداد میں حاصل کی اور اپنی ذہانت، متانت اور تبحر علمی کے سبب ان کی خدمات مدرسہ نظامیہ (بغداد) میں ایک استاد کی حیثیت سے حاصل کی گئیں جہاں شیخ ابو الفتوح احمد الغزالی (متوفی 520ھ) تدریس کی خدمات انجام دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ حضرت شیخ ابو علی فارمدی (متوفی 477ھ) کی صحبت میں تربیت باطن بطریق عشق حاصل کر چکے تھے۔ وہی محبت الہی کی چنگاری انھوں نے شیخ ضیاء الدین سہروردی کے قلب میں لگادی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شیخ ضیاء الدین سہروردی نے معاشرہ کی ہماہمی سے کچھ مدت کے لیے خود کو دور کر لیا اور تنہائی میں مقصود حقیقی کی طرف توجہ مرکوز کردی۔ طالبین حق کو خبر ہوئی تو ایک ایک کر کے لوگ ان کے پاس تلاش حق میں آنے لگے اور حق کی چنگاری قلب میں لیے جانے لگے۔ رفتہ رفتہ ہجوم اتنا بڑھا کہ دجلہ کے کنارے ان کے لیے ایک رباط تعمیر کی گئی تاکہ سالکین یکسوئی سے شیخ ضیاء الدین سے استفادہ کر سکیں۔ اسی قیام کے دوران اپنے تجربات و مشاہدات کی روشنی میں حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی نے ”آداب المریدین“ تصنیف فرمائی اور اسی قیام کے دوران آپ کے بھتیجے شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کے علاوہ آپ کے اردات مندوں میں حضرت ابو محمد روز بہاں بقلی شیرازی (متوفی 606ھ)، حضرت اسمعیل قسری (متوفی 589ھ) حضرت عمار بدلیسی (متوفی تقریباً 597ھ) اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ (متوفی 618ھ) شامل ہوئے۔ تزکیہ، تصفیہ، تخلیہ اور تجلیہ کی منازل سے گزرے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی نے خرقہ خلافت عطا فرما کر اپنے خلفاء کو مختلف مقامات پر تعینات کیا اور دعوت و تبلیغ اسلام اور اشاعت طریقت حق کی خدمت ان کے سپرد کی۔ اپنے بھتیجے شیخ الشیوخ کو البتہ بغداد ہی میں اپنے پاس رکھا تاکہ رباط میں تعلیم و تربیت کا نظام استحکام سے آگے بڑھتا رہے۔ حضرت شیخ ضیاء الدین نے 563 ہجری میں وفات پائی اور حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی جیسا جانشین طریقت کی اشاعت کے لیے چھوڑا۔

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی نے بدلتے حالات میں سجادہ و رباط سنبھالی، حضرت شیخ ضیاء الدین سہروردی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی علیہما الرحمہ کے یکے بعد دیگرے وصال کے بعد طالبین حق کا رجوع آپ کی طرف اتنا بڑھا کہ رباط (خانقاہ) میں توسیع کی ضرورت پڑی، تصانیف کی ضرورت پڑی، دربار خلافت و سلطنت سے دوری کو ترک کرنے کی ضرورت پڑی اور اسلامی دنیا کے دور دراز علاقوں سے آئے ذی استعداد طالبین کی خصوصی رہنمائی کی ضرورت پڑی۔ حضرت شیخ الشیوخ نے اپنی ذمہ داری بخیر و خوبی سنبھالی اور بتوفیق الہی اس ذمہ داری کے نبائے میں حتی الوسع کوئی کمی نہیں کی۔ خانقاہ میں ضروری توسیع دیکھتے دیکھتے ہو گئی، تصوف اور تفسیر میں ”عوارف المعارف“ اور ”نقبتہ البیان“ جیسی معلوماتی اور قلب میں تحریک پیدا کرنے والی متعدد تصانیف سامنے آ گئیں۔ دربار خلافت سے قربت ہوئی تو ایک طرف عباسی خلیفہ کی ذہن سازی اور دوسری طرف خلیفہ کے سفیر کی حیثیت سے خوارزم شاہ اور علماء الدین کی قیادت کے درباروں میں جانے کا موقع ملا، خلعتیں ملیں، مظلومین کی داد رسی کی طرف حکام کو توجہ دلانے کا موقع ملا۔ آپ نے للہ فی اللہ جو کر سکتے تھے کیا۔ مقامی اور دور دور سے آنے والے طالبین حق کی استعداد کے مطابق ان کی تربیت فرمائی اور طریق کی تکمیل پر اجازت بیعت عنایت فرمائی۔ آپ کے خلفاء میں شیخ حمید الدین ناگوری (جنہوں نے حضرت خواجہ معین الدین حسن سجزی سے متاثر ہو کر وصول الی اللہ کے لیے چشتی طریقہ سلوک اپنایا) شیخ جلال الدین تبریزی، شیخ نور الدین مبارک غزنوی، شیخ بہاء الدین زکریا ممتاز رہے۔

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ نے حضرت شیخ الشیوخ کے ارشاد کی تعمیل میں ملتان لوٹ کر وہاں ایک خانقاہ بنوائی اور دعوت و تبلیغ دین کے علاوہ سلسلہ سہروردیہ کی تعلیمات کی اشاعت کا آغاز فرمایا۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا نے اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں پھیلا دیا جن میں حضرت شیخ سید جلال الدین سرخ پوش بخاری کے ہاتھ پر پنجاب میں قبائل کے قبائل نے اسلام قبول کیا۔ حضرت لعل شہباز قلندر پر جذب کا غلبہ رہا۔ اگرچہ آپ شریعت سے حالت ہوش میں سرمونہ بٹے جب کہ فخر الدین عراقی نے شیخ اکبر کا مسلک اپنایا اور ”لمعات“ جیسی کتاب لکھی۔ حضرت جلال الدین تبریزی نے پہلے ملتان میں اپنے ساتھی بہاء الدین زکریا کے پاس قیام فرمایا۔ پھر دہلی کا رخ کیا جہاں بعض ناگوار واقعات نے ان کو دہلی چھوڑ کر بنگال کے سفر پر آمادہ کیا۔ چنانچہ بنگال پہنچ کر آپ نے جو خانقاہ تعمیر کروائی وہ اشاعت دین اور ذکر و اذکار الہی، تصفیہ قلب و روح کا مرکز بن گئی۔ حضرت بہاء الدین زکریا کی وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت شیخ صدر الدین عارف نے سجادہ سنبھالا لیکن ان کی روش، چشتی مشرب کی آئینہ دار رہی، وہی فقر، وہی تواضع، وہی توکل، وہی حکومت پیزی، وہی پامالی، وہی کشادہ دلی، وہی وسعت ذہنی، جس کا اثر لازمی طور پر آپ کے مریدین پر بھی پڑا لیکن پھر آپ کے صاحبزادے حضرت ابوالفتح رکن الدین جب سجادہ نشین ہوئے تو انہوں نے بجائے اپنے والد کے طریق کے اپنے دادا حضرت بہاء الدین زکریا کے طریق کا احیاء فرمایا۔ محمد بن تغلق اور فیروز شاہ تغلق سے روابط بڑھائے، خلعتیں لیں اور حاجت مندوں میں تقسیم کر دیں، وظائف لیے اور فقراء پر صرف کر دیے، ہر دو بادشاہوں کو شریعت کی پاسداری، عدل و انصاف اور مظلومین کی داد رسی پر برابر توجہ دلاتے رہے، یہی راستہ حضرت مخدوم سید جلال الدین بخاری جہانیاں جہاں گشت نے اختیار فرمایا۔ جن کو نہ صرف اپنے دادا حضرت سید جلال الدین نقوی سرخ پوش بخاری سے اجازت ملی تھی بلکہ ابوالفتح رکن الدین اور حضرت شیخ نصیر الدین محمود چشتی چراغ دہلی نے بھی مجاز بیعت فرمایا تھا۔ حضرت مخدوم کے خلفاء بھی اسلامی ہند میں پھیل گئے۔ تیمور لنگ نے فیروز شاہ تغلق کی وفات کے بعد ہندوستان پر حملہ کیا اور دہلی اور نواحی علاقوں کو اس کے سپاہیوں نے بے دریغ تاخت و تاراج کیا، یہاں سے بعض یورپی تاجداروں کی دعوت پر اس نے استنبول کا رخ کیا اور بایزید یلدرم پر جو یورپ فتح کرنے کی تیاریوں میں مصروف

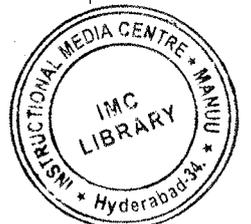
تھا ٹوٹ پھٹا ہر دو مجاذوں پر خون ہم مذہبوں کا ہی بہا، دولت ان ہی کی لٹی، حکومت انہی کی گئی، علمی سرگرمیاں انہی کی رکیں، شریعت و طریقت کا نظام ان ہی کا درہم برہم ہوا، تیمور اپنے ساتھ کتابیں، اہل علم اور اہل ہنر لے گیا، شمالی ہندوستان میں جو ابتری پھیلی اس کا اثر بعد کی کئی نسلوں تک محسوس کیا جاتا رہا۔ سلسلہ سہروردیہ نے ہمت نہ ہاری، نوشتہ دیوار پڑھا، مشیت باری تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دیا اور اپنے مفوضہ کام یعنی اشاعت و استحکام دین اور طابین حق کی ڈھارس بندھاتے ہوئے ان کی باطنی رہنمائی کے سلسلہ کو منقطع نہ ہونے دیا، دہلی گیا تو کیا غم ہے، شمال (کشمیر)، جنوب (دکن)، مشرق (بہار و بنگال)، مغرب (گجرات و سندھ) کا رکرد متحرک ہو گئے۔

سہروردی صوفی بالعموم سلاطین و حکام سے قریبی ربط رکھتے تاکہ مبادی و مسائل دین ان کے ذہن نشین کراتے رہیں، عادل سلطان کا مقام اور اس کی ذمہ داریاں اسے یاد دلاتے رہیں، امانتوں کو ان کے مستحقین تک پہنچانے میں سلاطین کی مدد کریں، امور سلطنت کی دینی اہمیت اور نوافل و کثرت عبادت پر موثر و پرامن نظم و نسق کی برتری ذہن نشین کراتے رہیں، حاجت مندوں کی حاجت روائی، دینی عہدے مثلاً صدر الصدور یا شیخ الاسلام یا مفتی شرع یا قاضی یا محتسب پر مناسب لوگوں کے تقرر کی سفارش کریں، بیت المال اور اوقاف کے نظام کو حد و شرع کے مطابق امانت داروں کے سپرد کریں، وہ کبھی کبھی سماع کی محفل میں بھی شریک ہوتے لیکن اسے شعائر طریق بنانے سے گریز کرتے۔ مریدین کو علو ہمت کی طرف ترغیب دلاتے، ان کو اذکار و اشغال، مجاہدہ، محاسبہ، مراقبہ، مشاہدہ، معائنہ اور مرتبہ احسان (حضور) کے حصول کی طرف توجہ کراتے، ساتھ ساتھ اپنی خانقاہوں میں اتنا اناج اور اتنا مال محفوظ رکھتے کہ ہنگامی حالات میں حوائج انسانی پوری ہوتی رہیں، بیش قرار ہدایا پر ممتاز ترین علماء کی خدمات برائے تدریس حاصل کی جاتیں تاکہ وہ یکسوئی سے ذی استعداد طلبہ کو درجہ تحقیق تک پہنچادیں۔

### 3.8 سلسلہ مولویہ

حضرت مولانا جلال الدین محمد بلخی رومی کی طرف منسوب مشہور سلسلہ جسے بعض مقامات پر سلسلہ جلالیہ بھی کہا جاتا ہے۔ لفظ ”مولوی“ میں یاء نسبتی مانی جاتی ہے اس لیے مولوی کا ترجمہ ہوتا ہے ”مولی والا“ یعنی ”اللہ والا“۔ صاحب ”مناقب العارفین“ کے مطابق رومی کو ”مولوی“ کا لقب ان کے والد حضرت بہاء الدین ولد نے دیا تھا۔ بعد میں جلال الدین محمد رومی کو ”مولوی معنوی“ کہا گیا، سلسلہ بھی اسی نسبت سے مولویہ کہلایا۔ اور آپ کے پیرووں نے بھی یہ لقب اختیار کر لیا۔ قونیہ میں مولوی جلال الدین محمد رومی کی وفات کے بعد حسام الدین چلبی نے سجادہ سنبھالا جن کی درخواست پر ہی رومی نے اپنی شہرہ آفاق ”مثنوی“ لکھی جو تمام صوفی سلاسل میں اپنے سادہ اسلوب، تہہ در تہہ معانی، اسرار و حقائق کی بے نقاب، حکیمانہ و صوفیانہ مضامین اور عارفانہ کلام کے سبب بے حد مقبول ہوئی۔ حسام الدین چلبی کے انتقال کے بعد رومی کے فرزند سلطان ولد نے والد کے احوال زندگی قلم بند کیے اور ان کے طریق کو باقاعدہ ایسی شکل دی جو آج تک چلی آ رہی ہے۔

رومی خود حنفی فقیہ بلکہ قونیہ میں مفتی و مرجع احناف تھے لیکن غنا و رقص کی اباحت کے قائل اور جذب و مستی کی کیفیت میں بکثرت ان پر عامل رقص کی شکل یہ تھی اور اب بھی جاری ہے کہ حلقہ ذکر میں درویش اپنے دائیں پاؤں کو مضبوطی سے جما کر مختلف سازوں کے سر اور تال کے مطابق بایاں ہاتھ دل پر رکھ کر دایاں ہاتھ پھیلائے کاندھے سے قدرے اوپر اٹھا کر، چکر لگاتے اور پاؤں زمین پر مارتے ہیں، کلام اور ساز کی ہم آہنگی اور درویشوں کی محبوب حقیقی کی طرف کامل توجہ ایک نشاط و انبساط کی ایسی کیفیت پیدا کر دیتی ہے کہ درویش عشق کی مستی میں صرف یہ



احساس و شعور رکھتے ہیں کہ وہ قلب و روح و جسم سے محبوب حقیقی کا طواف کر رہے ہیں۔ ذکر لسانی تو تقریباً ایک گھنٹہ جاری رہتا ہے لیکن درویش کیف و مستی میں کئی کئی دن شب و روز اس خاص رقص میں مشغول رہنے کی توانائی رکھتے ہیں اور نماز پنجگانہ کی ادائیگی کے اوقات سے جداگانہ وقت میں رقص بھی جاری رکھتے ہیں۔ غناء و رقص (پائے کوبی) پر علماء ظاہر نے سخت تنقیدیں کیں۔ بلکہ مصر میں اس پر حکومت کی طرف سے امتناع بھی عائد کیا گیا، مثنوی کی بعض عبارتوں سے اتحاد و توافق بین المذاہب کے نظریات بھی استنباط کیے گئے جس پر مزید شورش ہوئی لیکن سلسلہ مولویہ ان تنازعات سے دور اپنی روش پر قائم رہا۔

سلسلہ مولویہ کی اشاعت کا سہرا سلطان ولد کے سر باندھا جاتا ہے، جنہوں نے ایشیائے کوچک کو اپنے مریدین اور کارکنوں سے بھر دیا۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ سلطان سلیمان قانونی کو ایک مولوی درویش نے کلاہ بھی عطا کی۔ ایک اور روایت کے مطابق جب سلطان مراد ثانی نے 1435ء میں تونہ فتح کیا تو اس کی ملاقات رومی کی اولاد میں مولوی عارف چلیبی سے ہوئی جو ایک باکمال صاحب معرفت بزرگ تھے، سلطان سلیم اول نے دسویں صدی ہجری / سولہوی صدی عیسوی کے اوائل میں ایران و مصر کی فتح کا عزم کیا اور اس کی فوجیں تونہ سے گزریں تو اس وقت کے شیخ الاسلام کی تحریک پر اس نے مولوی خانہ تباہ کرنے کا حکم دے دیا۔ جو جلد ہی منسوخ ہو گیا۔ اسی صدی کے اواخر میں مزارات اور مولوی خانوں کی جانب ایک نمایاں تبدیلی آئی اور دولت عثمانیہ نے ان کی قدر و منزلت محسوس کی حتیٰ کہ سلطان مراد چہارم نے سنہ 1634ء میں تونہ کا خراج مولوی چلیبی کے حوالہ کر دیا، تونہ کے علاوہ منسیا، قرہ حصار، بحرہ، مصر، گیلی پولی، بورسہ، مدینہ طیبہ، دمشق اور بیت المقدس میں مولوی خانے اور کبیہ، کرمان، رملہ، تتر (نسالیہ)، تمپہ، سمرنا، سالونیکا اور قبرص میں مولوی تکلیہ موجود تھے۔

اقتدار ملنے پر مصطفیٰ کمال اتاترک نے تمام تکلیہ بند کر دیے اور تونہ کے مولوی خانہ کا کتب خانہ عجائب خانے میں منتقل کر دیا۔ شیخ سلسلہ کا قیام تونہ میں تھا اور اس کے القاب مختلف تھے: ملا حنکار، حضرت پیر، چلیبی، ملا عزیز آفندی۔ ہارٹمن نے سجادہ پر بیٹھنے والوں میں چھبیس ناموں کی فہرست دی ہے جو بظاہر نامکمل ہے، چنانچہ اکاش نے تونہ میں جن سجادہ نشین سے ملاقات کی تھی وہ اپنے انٹالیسیوں یا چالیسیوں سجادہ نشین ہونے کے بارے میں متذبذب تھے۔

مبتدویوں کو سلسلہ مولویہ میں ایک ہزار ایک (1001) دن تک مولوی خانہ میں آنے والوں کی خدمت گاری تفویض کی جاتی تاکہ کبر نفس دور ہو، پھر انھیں مقررہ لباس دیا جاتا اور ہر ایک کے لیے علیحدہ حجرہ مختص کر دیا جاتا اور مجاہدات تعلیم کیے جاتے جس میں وہ برابر مشغول رہتے، پھر یکے بعد دیگرے مراقبہ، سماع اور پائے کوبی کی باری آتی اور ان ذرائع سے وہ تقرب الی اللہ کے حصول میں منہمک ہو جاتے۔ درویشوں کا لباس ایک کلاہ (جسے ”سکہ“ کہتے تھے) ایک بغیر آستین کا طویل لبادہ ایک آستین دار صدری (جسے ”دست گل“ کہتے تھے) ایک چوڑا کمر بند (جسے الف لام کہا جاتا تھا) اور ایک آستین دار چوغہ (جسے خرقة کہتے اور کاندھوں پر ڈالے رہتے تھے) پر مشتمل تھا، چوغہ کا رنگ ارغوانی اور لبادہ یا جبہ کا رنگ سبز ہوتا تھا۔ آلات موسیقی میں بانسری (نے)، ستار، رباب، ڈھول، طنبورہ اور غالباً جھانجھ استعمال ہوتے۔ تونہ میں حلقہ ذکر مہینہ میں دو مرتبہ بعد نماز جمعہ منعقد ہوتا، اور قسطنطنیہ میں تکیوں کی کثرت کے باعث مہینہ میں کئی مرتبہ منعقد ہوتا تاکہ ہر تکیہ کے لوگ شامل ہو سکیں۔

ہندوستان میں حیدرآباد کو یہ فخر حاصل رہا ہے کہ ”صاحب المثنوی“ اور ”مرآة المثنوی“ جیسے شہ پاروں کے مؤلف قاضی تلمذ حسین سلسلہ مولویہ سے وابستہ اور حیدرآباد کے متوطن تھے۔

حضرت سید ابوالحسن علی شاذلی (593 تا 656ھ) سے منسوب سلسلہ جس کے حقیقی بانی بعض محققین کے نزدیک ابودین شعیب قدس سرہ تھے جن کے خلیفہ عبدالسلام ابن مشیش قدس سرہ نے حضرت سید ابوالحسن علی شاذلی کی باطنی تربیت فرمائی۔

حضرت ابوالحسن علی شاذلی کی ولادت شاذلہ (ٹیونس کے ایک شہر) میں 593ھ کے لگ بھگ ہوئی۔ احمد ابن عطاء اللہ اسکندری کے مطابق آپ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد میں تھے۔ ابتداء آپ کو کیمیا سازی کا شوق ہوا، آپ نے دعا مانگی تو جواب ملا کیمیا تو تمہارے پیشاب میں ہے، جتنا چاہو سونا بنا لو، آپ نے پیشاب فرمایا تو دیکھا کہ جس شے پر پیشاب فرمایا وہ سونا بن چکی ہے، آپ کے دل میں سونے سے بوجہ نجاست کراہت پیدا ہوگئی، آپ سیاحت پر نکل کھڑے ہوئے۔ ٹیونس پہنچے جہاں جمعہ کے دن بتایا جاتا ہے کہ حضرت خضر سے ملاقات ہوئی، پھر آپ نے مشرق کا رخ فرمایا، مختلف شہروں سے گزرتے مکہ معظمہ پہنچے حج ادا کیا، عراق آئے جہاں ابوالفتح واسطی سے ملاقات ہوئی، انھوں نے بلاد مغرب (شمالی مغربی افریقہ) لوٹ جانے کا اور عبدالسلام ابن مشیش سے ملنے کا مشورہ دیا، آپ مغرب لوٹے، عبدالسلام ابن مشیش کی زیارت فرمائی اور شرف بیعت سے نوازے گئے، پھر مرشد کے حکم پر شاذلہ میں قیام فرمایا اور مرشد کے ارشادات کی تعمیل میں لگ گئے۔ پھر بلاد مشرق کا رخ کیا، ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی، ان سے نصائح کی فرمائش کی۔ انھوں نے فرمایا کہ اللہ سے ڈرو، ماسوی کے ذکر سے اپنی زبان کو اور ماسوی کی تمثیل و تصورات سے اپنے قلب کو محفوظ رکھو، اپنے اعضاء کی حفاظت اور فرائض کی ادائیگی تم پر واجب ہے۔ اس کے بعد کچھ دعاؤں کی تلقین کی۔ اپنے سفر کے دوران حضرت ابوالحسن علی شاذلی نے علوم ظاہرہ بھی درجہ کمال میں مختلف اساتذہ سے حاصل کیے۔ مختلف موقعوں پر متشکک و حاسد علماء نے آپ کا امتحان لیا۔ آپ کی کرامات کو شعبہ بازی قرار دے کر مصر کے بعض سلاطین کو آپ کے خلاف بھڑکایا، چنانچہ انھوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا، پھر آپ کو نیبی بشارت ملی کہ آزمائش کا دور گزر چکا، اب آسائش کا دور آیا ہے، آپ مصر لوٹے۔ آپ کی مجلس میں اکابر علماء جیسے سلطان العلماء عز الدین بن عبدالسلام، تقی الدین ابن دقیق العید، زکی بن عبدالعظیم منذری، ابن الصلاح، ابن الحاجب، جمال الدین ابن عصفور، نبیہ الدین بن عوف، علامہ ابن عربی کے شاگرد یاسین، قاضی بدر الدین بن جماعہ وغیرہ شریک ہوتے، اسرار الحق پر آپ کا کلام سننے اور سردھنتے۔ ابن دقیق العید نے فرمایا کہ میں نے سید ابوالحسن شاذلی سے بڑا عارف نہیں دیکھا، ایک مجلس میں عز الدین بن عبدالسلام، تقی الدین بن دقیق العید، مجد الدین علی بن وہب، محی الدین بن سراقہ، مجد الدین خمی اور حضرت شیخ ابوالحسن علی شاذلی جمع ہوئے، رسالہ قشیریہ پڑھا جانے لگا اور ان اکابر میں سے ہر ایک نے اپنے طور پر اس کے معانی پر کلام فرمایا۔ حضرت شیخ ابوالحسن خاموشی سے سنتے رہے، پھر سب آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور خواہش کی کہ آپ سے بھی کچھ سننا چاہتے ہیں۔ شیخ ابوالحسن علی شاذلی نے فرمایا کہ آپ لوگ سادات وقت اور اکابر عصر ہیں، آپ نے تو کلام کر ہی لیا۔ سب نے اصرار کیا کہ ہم آپ سے بھی سننا چاہتے ہیں۔ حضرت شیخ نے کچھ دیر توقف فرمایا پھر اسرار و علوم پر آپ کے مونہہ سے ایک دریا جوش مارتا نکلا۔ سلطان العلماء بے اختیار ہو کر مجلس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمانے لگے کہ یہ نادر کلام سنو، یہ اللہ کی مراد و منشاء اور مطلوب و معبود الہی کے کتنا قریب ہے۔

حضرت ابوالحسن علی شاذلی کے بتائے ہوئے طریق میں اصول خمسہ معروف ہیں۔ (1) ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا (2) اقوال و افعال میں (ظاہر اور باطن) سنت کی پابندی کرنا (3) بلندی و پستی میں خلق سے بے تعلق رہنا (4) چھوٹی بڑی ہر بات میں اللہ سے موافقت

لھنا (5) خوشحالی ہو یا بد حالی (یا غم ہو یا مسرت) اللہ ہی کی طرف رجوع کرنا۔

ان کے علاوہ سید ابوالحسن علی شاذلی نے تقویٰ، کتاب و سنت میں بتائے گئے اوامرو نواہی کی پابندی اور مکارم حسنہ سے مزین ہونے کی بھی تلقین فرمائی۔ آپ کی تعلیمات میں کامل استقامت، صدق مع اللہ، حسن معاملہ، عبودیت، تامل، رعایت عامہ، علو ہمت، معرفت الہیہ، وصول میں پیش آنے والی رکاوٹوں پر عدم وقوف، مجاہدہ، یقین کبیر، ترک ارادہ، ترک تدبیر، مخلوق باخلاق اللہ، اتباع سنت، غیر اللہ کی طرف عدم میلان، ضابقتاء الہی، رجوع الی اللہ، توکل علی اللہ شامل ہیں۔ مواظبت علی الذکر (ذکر کی پابندی) کی بابت فرماتے کہ مدار اعمال یہی ہے، اسی سے سال ہوتا ہے اور اسی سے کامل درجہ کمال پایا جاتا ہے۔

فرماتے کہ شیخ وہ نہیں جو تجھے تھکا دینے والی چیزوں میں الجھادے شیخ تو وہ ہے جو تیری راحت کا خیال کرے۔

فرماتے کہ یہ طریق نہ رہبانیت سے حاصل ہوتا ہے نہ صرف جو پر اکتفا کرنے سے نہ خلق الہی سے دور غاروں میں قیام سے یہ امر الہی پر صبر اور ہدایت الہی پر یقین سے حاصل ہوتا ہے۔

ہر مرید کی استعداد و میلانات کا لحاظ کرتے ہوئے اس کی رہنمائی فرماتے، صنعت و حرفت اور تجارت چھوڑنے کے لیے کبھی نہ کہتے، دوسرے مشائخ کی صحبت اختیار کرنے سے منع فرماتے بلکہ فرماتے کہ اگر تم کو کوئی نہر اس نہر سے زیادہ میٹھی ملے تو اس سے اپنا حصہ لے لو، نشاء راز کو البتہ سختی سے ناپسند فرماتے۔

آپ نے بہت سے احزاب و اوراد ترتیب و تلقین فرمائے جن میں سب سے زیادہ شہرت ”حزب البحر“ کو ہوئی۔ دیگر احزاب کے نام ہیں: (1) حزب الکبیر (2) حزب الآیات (3) حزب الانوار (4) حزب النور (5) حزب الشمس (6) حزب الحمد (7) حزب لطف (8) حزب الانحاء (9) حزب النصر (10) حزب البر (11) حزب الکفایہ (12) حزب الشکوٰی (13) حزب الفلاح (14) حزب الدائرۃ (15) حزب الخلی (16) حزب التوسل (17) الحفیظہ

حضرت سید ابوالحسن علی شاذلی کے خلیفہ حضرت ابوالعباس المرسی (متوفی 686ھ) نے 36 برس اسکندریہ میں سلسلہ شاذلیہ کی تعلیمات کی اشاعت میں گزارے ان کے مرید حضرت یاقوت عرشی (متوفی 707ھ) اور مرسی اور عرشی کے مرید حضرت تاج الدین ابن عطاء اسکندری (متوفی 709ھ) و مصنف ”لطائف المسنن“ اور ”الحکم“ کی کاوشوں سے سلسلہ شاذلیہ مصر، الجزائر اور ٹیونس میں مقبول ہوا، انیسویں صدی میں سیدی معصوم محمد بن احمد کی کوشش سے سلسلہ کی توسیع ہوئی۔

شاذلیہ سے وابستہ مشاہیر میں ابوالعباس مرسی، یاقوت عرشی، ابن عطاء اسکندری، محمد ابن صباح، محمد وفا، علی بن وفا، جلال الدین بیوطی، عبدالوہاب شعرانی، داؤد بن ابراہیم اسکندری، ابن عباد اور علی متقی الہندی کے نام معروف ہیں:

سلسلہ شاذلیہ کی خصوصیات:

- (1) علم و حال اور ہمت و مقال کو جمع کر دیا گیا۔
- (2) جذب مجاہدہ، عنایت، ادب، قرب، تسلیم و رعایت کو شامل کر لیا گیا۔

- (3) علم ظاہر و علم باطن کو سمیٹنے کا اہتمام کیا گیا۔
- (4) شریعت و حقیقت کے تمام مکمل پہلو جمع کر دیے گئے۔
- (5) ایسے سکروستی سے محفوظ رکھا گیا جو حدود و ادب سے تجاوز کی طرف لے جائے اور ایسے صحو و ہوش سے مبرا رکھا گیا جو صاحبان مغز کو حجابات میں مشغول کر دے۔
- (6) حقائق توحید اور اسرار مجاہدات کی طرف رہنمائی کی گئی۔
- (7) استغراق باسوء ظن کے سبب ہونے والے انقباض سے جو امید کی راحت اور شوق و طلب کی لذت محبوب کر دیتا ہے اور ایسے انبساط سے جو مقام شرم و حیا سے گرا دیتا اور بے ادبی کی طرف مائل کر دیتا دور رکھا۔
- (8) اس کا وصف امتیاز خالصتاً اللہ عم نوالہ کی رحمت سے اس نقطہ اعتدال پر جمانا ہے جو ہدایت و کامیابی کے حصول میں تو وسط و کمال سے عبارت ہے۔

### 3.10 سلسلہ نقشبندیہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ بہاء الدین محمد بن محمد البخاری (717 تا 790 ہجری) سے منسوب ہے جن کا لقب ”نقشبند“ تھا۔ بعض تذکروں میں وجہ تسمیہ کپڑوں کی رنگ ریزی یا نقش اندازی بتایا گیا ہے جسے ممکن ہے حلال ذریعہ معاش کے طور پر آپ نے یا آپ کے والد ماجد نے اختیار کیا ہو اور بعض میں قلب ساکک پر اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم یا اللہ تعالیٰ کے ذکر کی نقش اندازی بتایا گیا ہے۔ آپ کی ولادت بخارا سے کچھ فاصلہ پر واقع ایک گاؤں کشک ہندواں یا کوشک ہندواں میں ہوئی جسے بعد میں قصر عافان سے موسوم کیا گیا۔ ولادت کے تیسرے روز آپ کے جد امجد آپ کو حضرت خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہ کی خدمت میں لے گئے بابا سماسی نے آپ کی تربیت کی ذمہ داری اپنے عزیز خلیفہ خواجہ شمس الدین امیر کلال (کوزہ گر) کے سپرد کی۔ اٹھارہ برس کی عمر ہوئی تو حضرت بہاء الدین نقشبند کے جد امجد کو آپ کے نکاح کی فکر ہوئی اور اس مجلس نکاح میں برکت کے نزول کی غرض سے آپ کو بابا سماسی کی خدمت میں بھیجا۔ حضرت بابا سماسی پر آپ کے کچھ واقعات اور خطرات منکشف ہوئے انہوں نے بڑی شفقت سے اصلاح فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ باطن کی حفاظت کرنی چاہیے۔ حضرت بابا سماسی بہاء الدین محمد نقشبند کی تربیت باطنی فرماتے رہے اور وفات سے پیشتر آپ کو خلافت سے نوازا۔ لیکن شورش باطن آپ کو سمرقند و بخارا اور پھر نیشابور کھینچ لائی جہاں حضرت شمس الدین امیر کلال نے آپ کو بطریق خفی ذکر نفی و اثبات (لا الہ الا اللہ) کی تلقین کی اور اخبار رسول اللہ ﷺ اور آثار صحابہ کی تحقیق اور تحقیق کے مطابق عمل کا حکم فرمایا۔ پھر حضرت امیر کلال ہی کے حکم پر مولانا عارف دیک گرائی کی خدمت میں سات برس گزارے پھر درویش سلطان خلیل کے پاس بارہ برس ملازمت کی، زوال سلطنت کے بعد سات برس خدمت خلق کی اور سات برس راستوں کی مرمت میں صرف کیے۔ پھر وطن لوٹے اور طالیبن حق کی رہنمائی میں مشغول ہو گئے۔

حضرت بہاء الدین محمد نقشبند سے پہلے یہ سلسلہ طریقہ خواجگان کہلاتا تھا اور حضرت عبدالخالق عجد وانی خلیفہ یوسف ہمدانی کے بتائے

آٹھ کلمات (1) ہوش دردم (2) نظر بر قدم (3) سفر و وطن (4) خلوت در انجمن (5) یاد کرد (6) بازگشت (7) نگاہ داشت اور (8) یادداشت اس کی خصوصیات سے تھے۔ حضرت نقشبند نے ان میں تین کلمات کا اضافہ فرمایا (9) وقوف عددی (10) وقوف زمانی اور (11) وقوف قلبی۔ حضرت عبدالحق غجدوانی ہی نے چند وصیتیں بھی فرمائی تھیں جو سلسلہ کی بنیاد مانی گئیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہے:

پیارے فرزند! تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ، وظائف و عبادات کی پابندی کرو اور احوال کی نگہبانی، اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ حقوق اللہ، حقوق الرسول، حقوق الوالدین، حقوق المشائخ کی ادائیگی کی سعی کرتے رہو تاکہ رضائے الہی سے مشرف ہو جاؤ... قرآن مجید کی تلاوت بلند آواز سے یا آہستہ، تفکر، خوف اور گریہ کے ساتھ پابندی سے کرو۔ تمام امور میں قرآن کی پناہ لو کہ وہ بندوں پر حق تعالیٰ کی حجت ہے۔ علم فقہ اور علم حدیث سیکھو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کہ وہ دین کے راہزن ہیں۔ اہل السنّت والجماعت اور ائمہ سلف کے مسلک کو اختیار کرو... عورتوں، نوعمر لڑکوں، بدعتیوں اور دولت مندوں سے صحبت مت رکھو کیوں کہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں۔ فقراء کی صحبت، خلوت نشینی، رزق حلال اور قناعت اختیار کرو۔ حق تعالیٰ کے جلال کا استحضار رکھو اور یوم حساب کو فراموش نہ کرو... نہ کسی کی مدح سے مغرور ہونے کسی کی مذمت سے غمگین... لوگوں سے حسن خلق سے پیش آؤ، نہ اللہ کے عذاب سے بے خوف ہونے اس کی رحمت سے ناامید، کثرت سے نمازیں پڑھو، روزے رکھو، مشائخ کی خدمت کرو، ان میں سے کسی کا انکار نہ کرو والا یہ کہ وہ مخالف شرع ہو... جو امر دشمنی بنو... بخل و حسد سے بچو... نفس کی ضرورتوں کا خیال رکھو لیکن نفس کی عزت اور لایعنی کلام سے بچو... کم بولو، کم کھاؤ اور کم سوؤ۔ سماع میں بہت نہ بیٹھو کہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے اور دل مردہ، سماع کا انکار بھی نہ کرو۔ سماع جائز نہیں مگر اس شخص کے لیے جس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ ہو... چاہیے کہ تمہارا دل غمگین، بدن بیمار، آنکھ اشکبار، عمل خالص، دعا مجاہدہ کے ساتھ، کپڑا پرانا، رفیق درویش، گھر مسجد، مال کتب دین، آرائش زہد اور مولنس باری تعالیٰ ہو۔ اس شخص کی صحبت اختیار کرو جس میں پانچ خصلتیں ہوں: (1) فقیری کو امیری پر ترجیح دے (2) دین کو دنیا پر ترجیح دے (3) ذلت کو عزت پر ترجیح دے (4) علم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہو (5) موت کے لیے تیار ہو۔

حضرت بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے حسب ضرورت ان میں ترمیم و اضافہ فرمایا۔ مثلاً سماع کی بابت فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے اور فرمایا کہ ہمارا طریق صحبت ہے (یعنی موافقان طریق کی صحبت) کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی وفات 3 ربیع الاول 791 ہجری میں ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں حضرت علاء الدین عطار (متوفی 802ھ) سے سلسلہ نقشبندیہ آگے بڑھا اور حضرت ناصر الدین عبید اللہ احرار، حضرت عبدالرحمن جامی (صاحب ”نجات الانس“) حضرت محمد زاہد وحشی، حضرت درویش محمد، حضرت خواجگی ملکٹی، حضرت باقی باللہ، حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (صاحب ”مکتوبات امام ربانی“) حضرت شیخ محمد سعید، حضرت شیخ محمد معصوم، حضرت شیخ محمد یحییٰ، حضرت شیخ محمد ہاشم کشمی، حضرت سید آدم بنوری، حضرت میر نعمان کشمیری، حضرت سید نور محمد بدایونی، حضرت میرزا مظہر جان جاناں، حضرت شاہ عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی، حضرت شاہ عبدالرحیم فاروقی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (صاحب تفسیر مظہری و رسالہ در تصوف ”ارشاد الطالبین“) اس سلسلے کے معروف بزرگ ہیں۔ دکن میں حضرت مسکین شاہ، حضرت سعد اللہ، حضرت بخاری اور حضرت عبداللہ نقشبندی نے سلسلہ کی غیر معمولی خدمت فرمائی۔

حضرت عبید اللہ احرار کے ذریعہ سلسلہ نقشبندیہ وسطی ایشیا میں پھیلا، حضرت باقی باللہ اور حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کے

ذریعہ برصغیر ہندوپاک اور مولانا خالد رومی نقشبندی کے ذریعہ عالم عرب اور ترکی میں حتیٰ کہ ”مکتوبات امام ربانی“ کے ترکی، عربی اور اردو میں متعدد مکمل تراجم اور انگریزی میں جزوی ترجمے بھی ہوئے۔

### 3.11 خلاصہ

خلاصہ یہ کہ دسویں صدی عیسوی کے حالات کے خاص پس منظر میں مسلم سماج میں تصوف کے مختلف سلسلوں کو فروغ حاصل ہوا۔ صوفیہ کے زیادہ تر سلسلے اس دوران وجود میں آئے۔ ان صوفی سلسلوں نے اس وقت کے حوصلہ شکن حالات میں نہ صرف یہ کہ ٹوٹے دلوں اور شکستہ حال لوگوں کی ڈھارس بندھائی بلکہ ان کے اندر دین پر قائم رہنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ بعد کے ادوار میں بھی ان صوفی سلسلوں نے دلوں کو جوڑنے اور رب سے اور اس کی مخلوق سے رشتہ قائم کرنے کا کام بڑے اور وسیع پیمانے پر جاری رکھا۔ درج بالا سطور میں کچھ مشہور صوفی سلسلوں کا تعارف اس طرح کرایا گیا ہے کہ ان کی تعلیمات زیادہ سے زیادہ عام ہوں اور زیادہ سے زیادہ لوگ ان سے مستفید ہوں۔

### 3.12 نمونے کے امتحانی سوالات

1. درج ذیل سوالوں کے جوابات پندرہ پندرہ سطروں میں دیجیے۔
1. سلسلہ مولویہ کا تعارف کرایئے۔
2. سلسلہ شاذلیہ کی تعلیمات کا ذکر کیجیے۔
3. سلسلہ رفاعیہ کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟ بتائیے۔
4. درج ذیل سوالوں کے جوابات تیس تیس سطروں میں دیجیے۔
5. قادر یہ سلسلہ کی تعلیمات کا تفصیلی تعارف کرایئے۔
6. ہندوستان میں چشتیہ سلسلہ کی اشاعت پر گفتگو کیجیے۔
7. سلسلہ سہروردیہ کا تعارف کرایئے اور اس کی خدمات بیان کیجیے۔

### 3.13 مطالعہ کے لیے معاون کتابیں

1. قصر عارفان از احمد علی چشتی (اردو ترجمہ)
2. الانتباه فی سلاسل اولیاء اللہ از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
3. سیر الاولیاء از میر خورد (اردو ترجمہ)
4. سیر العارفین از حامد بن فضل اللہ جمالی (اردو ترجمہ)

5. تاریخ مشائخ چشت از پروفیسر خلیق احمد نظامی
6. تذکرہ مشائخ نقشبندیہ از نور بخش توکلی
7. اخبار الاخیار از شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اردو ترجمہ)
8. گلزار ابرار از محمد غوثی شطاری (اردو ترجمہ)
9. اردو دائرہ معارف اسلامیہ
10. Encyclopedia of Islam (3rd Edition)
11. J.S. Trimingham از Sufi Orders in Islam
12. S.A.A. Rizvi از A History of Sufism in India

